افغانستان میں انتشار

زلمے خلیل زاد☆

افغانستان کا جو بحران ۱۹۷۸ء میں روس کی مداخلت سے شروع ہوا تھا، وہ ۱۹۸۹ء میں روس کی پسپائی کے باوجود اب تک جاری ہے اور مستقبل قریب میں بھی وہاں حالی امن کا امکان نظر نہیں آتا۔ مختلف افغان دھڑوں میں سے اب تک کوئی پورے ملک پر اپنا اقتدار قائم نہیں کر سکا۔ بیرونی مداخلت بھی افغانستان میں عدم استحکام کا ایک اہم سبب ہے۔ روس کے خلاف مزاحمت کے دوران بہت سے افغان دھڑوں کو قوت حاصل ہوئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان نسلی کشید گی میں بھی اضافہ ہوا۔ اس خانہ جنگی کے خاتمے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات بے حد ضروری ہیں:

- لڑنے والے دھڑوں کا جنگ بندی پر اتفاق
- ایک قابلِ قبول وسیع بنیاد عبوری حکومت کا قیام
- مختلف ملیشیاؤں سے ہتھیار رکھوا کر ان کو ایک قومی فوج میں ضم کرنا
- ملکی معیشت کی تشکیل نو
- مہاجرین کی آبادکاری
- سول سوسائٹی کی دوبارہ تشکیل اور قانون کی حکمرانی کا اہتمام

اس کے ساتھ ساتھ افغانستان کو اپنے سب ہمسایوں سے اچھے تعلقات قائم کرنے چاہئیں اور ہمسایوں کو بھی بالادستی کا خیال اپنے ذہن سے نکال دینا چاہئے۔ افغانستان میں یہ سب کچھ بین الاقوامی خصوصاً امریکہ کی حمایت کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ اس مضمون میں ان عوامل کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اس خانہ جنگی کے جاری رہنے کے ذمہ دار ہیں اور افغانستان میں استحکام کے امکانات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ جنگ کے شکار اس ملک میں امن کے لیے ضروری شرائط کی نشاندہی کی گئی ہے۔

☆Zalmay Khalilzad, "Anarchy in Afghanistan", *Journal of International Affairs*, 50:1 (Summer 1997), pp 37-56 (تلخیص: ڈاکٹر محمد صدیق شبلی)

افغانستان میں انتشار کے اسباب

افغانستان میں داخلی طور پر اس کی قبائلی اور نسلی سیاست اس انتشار کا سب سے بڑا سبب ہے۔ پشتون یہاں کا سب سے بڑا نسلی دھڑا ہے، جو آگے کئی دھڑوں میں بٹا ہوا ہے اور ان سب میں رقابتیں موجود ہیں۔ افغانستان کی حالیہ تاریخ میں بیشتر بادشاہ پشتون ہوئے ہیں۔ فوج اور افسر شاہی میں بھی انہی کا غلبہ رہا ہے۔ تاجک دوسرا بڑا گروہ ہے انہیں تیسرے گروہ ازبکوں سے زیادہ حکومت میں رہنے کا موقع ملا ہے۔ ہزارے ایک پسماندہ اقلیت ہیں، جو ۱۸۸۰ء-۱۸۹۰ء کے درمیان مرکز کے ماتحت آئے۔ خارجی طور پر افغانستان میں بڑی طاقتوں کی رقابت کا سلسلہ بھی جاری رہا ہے۔ اس کی موجودہ سرحدیں برطانیہ اور روس کے درمیان رقابت کا نتیجہ ہیں۔

۱۹۷۸ء میں افغانستان میں روس کی حمایت سے ایک کمیونسٹ حکومت برسر اقتدار آئی۔ اس سے ملک کے سیاسی اور سماجی ڈھانچے میں کشیدگی پیدا ہوئی۔ حکومت نے سڑکوں کی تعمیر اور بنیادی سہولتوں کی فراہمی پر توجہ دی۔ اس طرح مرکز کا اقتدار بھی دور دراز کے علاقوں تک جا پہنچا۔ مسلح قبائل کے مقابلے میں مسلح افواج کی قوت میں اضافہ ہوا۔ ان تمام تبدیلیوں سے افغانیوں کا قومی شعور بیدار ہوا لیکن اس سے روایتی طرز زندگی میں بھی تبدیلی آئی۔ روایتی نسلی وفاداری کا انداز بھی بدل گیا۔ مذکورہ بالا چار دھڑوں میں سیاسی تحریکوں نے جنم لیا۔ ان تحریکوں سے نسلی قوم پرست، مرکز پسند یا افغان قوم پرست، اسلام پسند اور کمیونسٹ پیدا ہوئے اور ان کا اثر تاجک اور ازبک دھڑوں پر پڑا کیونکہ یہ اقلیتی دھڑے پشتونوں کے مقابلے میں زیادہ پسماندہ تھے۔ غیر پشتون آبادی کے حقوق کے تحفظ کے لیے ساٹھ کی دہائی میں ''سیتام ملی'' کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۷۸ء میں کمیونسٹ پارٹی ''خلق'' اور ''پرچم'' نام کے دو گروہوں میں بٹ گئی۔ خلق میں پشتونوں اور پرچم میں تاجکوں کا غلبہ تھا اور یہ حکومت قومیتوں کے معاملے میں روسی پالیسی پر عمل کر رہی تھی۔ سوویت یونین نے بائیں بازو کی حکومت کو فوجی، سیاسی اور اقتصادی امداد فراہم کی اور کئی ہزار فوجی مشیر کابل بھیجے۔ مذہبی، روایتی اور قوم پرست حلقوں نے کابل کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے خلاف نفرت کا اظہار کیا لیکن حکومت کی پالیسیوں کا نتیجہ انحطاط کے سوا کچھ نہ نکلا۔ بہت سے علاقوں میں سرکاری ادارے اور سکول بند ہو گئے اور فوج کے بعض حصے بھی مخالف کیمپ میں چلے گئے۔ خلق اور پرچم کی مخلوط حکومت ٹوٹ گئی اور خلقی حکومت بنانے میں کامیاب ہوئے۔

افغان قوم پرستی، روایتی انداز سے وابستگی اور اسلام کے عقیدہ جہاد نے سوویت یونین

کی مخالفت میں اہم کردار ادا کیا۔ لیکن ماسکو نے نسل پرستی کو ہوا دی۔ روسیوں نے نسلی گروہوں کی حمایت حاصل کرنے یا انہیں غیر جانبدار رکھنے کے لیے ان اقلیتی گروہوں کو مراعات سے نوازا۔ ایک نسلی گروہ کو دوسرے کے ہاتھوں کچلنے کی کوشش کی۔ وہ مجاہدین کو تو شکست نہ دے سکے لیکن اس سے ایک تو علاقائی بنیادوں پر مسلح نسلی گرہوں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور دوسرے نسلی کشیدگی میں اضافہ ہوا۔ اس کشمکش کو جاری رکھنے میں مزاحمتی گروہوں کی اپنی رقابتوں کے ساتھ ساتھ ان کے حامیوں کی حریفانہ پالیسوں نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ روس کے خلاف مزاحمت سے افغانستان کے نسلی گرہوں میں موجود توازن اقتدار میں بھی تبدیلی آئی۔ اب پشتون قبائل کے ساتھ تاجک اور ہزارہ قبائل کو بھی موقع ملا اور دوسری طرف پشتونوں کی قوت متعدد حریف قبائل میں بٹ کے رہ گئی۔

پاکستان اور ایران میں مقیم مجاہدین ان دھڑے بندیوں کو ختم کر سکتے تھے، لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ پاکستان جن سات دھڑوں کی حمایت کر رہا تھا، ان میں چھ پشتون اور ایک تاجک تھا۔ ایران کو افغانستان کی صرف شیعہ آبادی کی فکر تھی۔ اگرچہ اس کے روابط بعض دوسرے دھڑوں سے بھی تھے۔ دونوں ممالک ان دھڑوں کی حمایت کرتے رہے اور انہیں برقرار رکھتے رہے وہ کسی متحدہ مزاحمتی دھڑے کی تشکیل کے شاید حق میں نہیں تھے کیونکہ اس کو قابو میں رکھنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ امریکہ افغان مزاحمت کے سلسلے میں پاکستانی پالیسی کی تائید کرتا رہا لیکن اس نے یہ بات پاکستان پر چھوڑ دی کہ کسی گروہ کی حمایت کی جائے اور ان گروہوں کی تعداد کیا ہو؟ کیونکہ امریکہ سمجھتا تھا کہ پاکستان کو روس مخالف گروہوں کی حمایت بڑی مہنگی پڑی ہے۔ لیکن امریکہ، پاکستان اور ایران نے سوویت روس کی پسپائی کے بعد افغانستان میں اپنی پالیسیوں کے مضمرات پر غور نہیں کیا۔ اگر وہ اس پر توجہ دیتے تو امداد دینے میں ایسی احتیاط برتتے ہوئے، جس سے دھڑے بندیوں کے رجحان کو ختم کرنے میں مدد ملتی۔

سوویت روس کی پسپائی کے بعد انتشار

روس کی پسپائی کے بعد، جنگ روکنے کے لیے ایک وسیع بنیاد عبوری حکومت کا قیام ضروری تھا، لیکن آخری معاہدے میں اس کا اہتمام نہ کیا جا سکا، اور افغانستان کے اندر اور باہر کے مجاہدین ملک میں پائیدار امن قائم نہ کر سکے۔ دراصل اس معاہدے کے لیے مذاکرات ایک ایسی فضا میں ہوئے جب افغانستان سے روس کے نکلنے کا کسی کو یقین نہیں تھا اس لیے

پاکستان امریکہ کی تائید سے اپنے رویے کو ہر ممکن حد تک لچک دار رکھنے پر آمادہ ہو گیا۔ خیال یہ تھا کہ روس کی پسپائی کے ساتھ ہی مجاہدین کو اسلحے کی ترسیل بند ہو جائے گی۔ پاکستان اور دوسرے فریق سوویت یونین کی حمایت یافتہ حکومت کو تسلیم کر لیں گے۔ اس لیے مذاکرات میں کابل کی حکومت کو تو شامل کیا گیا لیکن جو فریق اس میں براہ راست شریک تھے انہیں نظر انداز کر دیا گیا۔ جب روس کا جانا یقینی ہو گیا تو پاکستان اور امریکہ نے شرائط تبدیل کرنی شروع کر دیں اور کہا کہ روس کی پسپائی کے بعد اس کی حمایت یافتہ حکومت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح امریکہ نے مجاہدین کو اس وقت تک اسلحہ کی ترسیل جاری رکھنے کا اعلان کیا جب تک روس نجیب کی حکومت کو اسلحہ فراہم کرتا رہے گا۔ مجاہدین کو اقوام متحدہ پر اعتماد نہیں تھا اس لیے وہ نجیب کے ساتھ شریک اقتدار ہونے کے لیے تیار نہیں تھے۔ افغانستان میں حکومت کے مسئلہ پر امریکہ نے بھی کوئی ٹھوس موقف اختیار نہیں کیا۔ اس مسئلے پر طویل مذاکرات کا امکان تھا اور امریکہ اتنا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ مجاہدین کے درمیان خانہ جنگی کا کسی کو خیال بھی نہیں آیا۔

روس کی واپسی کے بعد مجاہدین نے اسلام آباد میں ایک عبوری حکومت تشکیل دی، لیکن تقسیم اختیارات کا مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ نجیب کو اسلحے کی فراہمی جاری رہی۔ اور وہ توقع سے زیادہ طویل عرصے تک بر سر اقتدار رہا۔ اور یہ اقتدار وسیع بنیاد حکومت کو منتقل نہ ہو سکا۔ مجاہدین کے دباؤ اور روس کی کمزوری سے یہ حکومت ختم ہوئی۔ افغانستان کے اندر لڑنے والے مجاہدین کی بد عنوانیوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے طالبان نے اہم کمانڈروں کو شکست دے کر کابل اور مشرقی افغانستان کے بیشتر حصے پر قبضہ کر لیا۔ مجاہدین کے کئی گروہ نسلی بنیاد پر طالبان سے مل گئے۔

طالبان نسلاً پشتون ہیں لیکن وہ کسی نسلی بالادستی کے دعویدار نہیں ہیں۔ وہ افغانستان میں ایک اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگوں سے ہتھیار رکھوانے کا پروگرام بھی رکھتے ہیں۔ ان کے زیر تسلط علاقوں میں امن و امان کی صورت حال تسلی بخش ہے۔ انہوں نے معاشی حالی کے لیے بھی کچھ قدم اٹھائے ہیں۔ لیکن وہ قوانین کے نفاذ میں بڑے سخت گیر واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے شہری آبادی ان کو پسند کرتی ہے نہ ان کے تصور اسلام سے متفق ہے۔ طالبان نے عورتوں پر بہت سی پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ وہ گھروں سے باہر کام نہیں کر سکتیں۔ طویل جنگ میں مردوں کے مرنے کے بعد جو عورتیں اپنے گھروں کی کفالت کر رہی تھیں ان کی مشکلات میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ طالبان بے امر بالمعروف اور نہی عن

المنکر کا ایک محکمہ بھی قائم کیا ہے۔ اسلامی قوانین کی خلاف ورزیوں کا ارتکاب کرنے والے مرد اور عورتیں ان کی سزاؤں کا نشانہ بنتے رہتے ہیں۔ طالبان کی حکومت کو بہت سے افغان دھڑے تسلیم نہیں کرتے اور انہیں پاکستان کا پٹھو قرار دیتے ہیں۔ ان کی حکومت کو کسی اور ملک نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ طالبان شمالی اتحاد کے خلاف ہیں۔ شمالی افغانستان میں تاجک آبادی کی اکثریت ہے۔ ربانی اس اتحاد کے سربراہ اور کمانڈر مسعود اس کے طاقتور حلیف ہیں۔ جنرل دوستم نے پہلے طالبان کا ساتھ دیا اور پھر وہ شمالی اتحاد سے جا ملا۔ اب یہ تینوں طالبان کے ہاتھوں شکست سے دوچار نہیں ہونا چاہتے۔ اسی لیے وہ ان سے سمجھوتے کے لیے تیار ہیں۔ بہت سے کلیدی مقامات شمالی اتحاد کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں اور اب یہ اتحاد جلاوطن بادشاہ ظاہر شاہ کو عبوری حکمران بنانے پر بھی آمادہ ہے۔

کابل پر قبضے کے بعد سے طالبان کی نیک نامی روبہ انحطاط ہے۔ لوگوں نے ان کا اس لیے خیر مقدم کیا تھا کہ وہ ملک میں امن و سلامتی لائیں گے لیکن ان کی یہ توقعات پوری نہیں ہوئیں ان کی سخت پالیسیوں نے بھی لوگوں کو ان سے بدظن کر دیا ہے۔

افغانستان میں انتشار کے بین الاقوامی عوامل

افغانستان کی خانہ جنگی اب ایک بڑے کھیل میں تبدیل ہو گئی ہے۔ پاکستان اس میں سب سے بڑا کھلاڑی ہے۔ اس کے علاوہ ایران، روس، سعودی عرب، ازبکستان، تاجکستان، امریکہ اور بھارت بھی اس کھیل میں شریک ہیں۔ کابل پر طالبان کے قبضے کے بعد علاقائی طاقتوں میں مقابلے کی کیفیت میں اضافہ ہوا ہے۔ ان میں ہر ایک کی پوزیشن کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

پاکستان نے روس سے افغانستان کی پسپائی کے بعد وہاں ایک دوستانہ حکومت کے قیام کی ہمیشہ کوشش کی ہے۔ اس سے ایک تو وہ بھارت کے مقابلے میں کچھ دفاعی فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے، دوسرے وہ اپنی پشتون اور بلوچ آبادی میں کسی مسئلے کے پیدا ہونے سے بچنا چاہتا ہے۔ غیر دوستانہ افغانی حکومت پاکستان کے لیے اس سلسلے میں مشکلات پیدا کر سکتی ہے۔ تیسرے وہ وسط ایشیائی ریاستوں تک رسائی چاہتا ہے۔ جہاد افغانستان میں پاکستان نے جو کردار ادا کیا ہے اس کی بنیاد پر وہ خود کو افغانستان میں اس اثر و نفوذ کا مستحق بھی سمجھتا ہے۔ مختلف شعبوں میں پاکستانیوں کی غائبانہ شرکت کے شواہد بھی ملے ہیں۔ بعض پاکستانی منشیات کی سمگلنگ کا فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں۔ پاکستان طالبان کو اقتصادی، سیاسی اور فوجی امداد فراہم کر رہا ہے۔ اگرچہ پاکستان افغان دھڑوں میں صلح کا حامی ہے اور وہ افغانستان کا سیاسی حل چاہتا ہے لیکن

بعض دھڑوں کا خیال ہے کہ وہ طالبان کی مکمل فتح چاہتا ہے۔ پاکستان کے بہت سے مشیر بھی کابل میں کام کر رہے ہیں۔

ایران

ایران، افغانستان میں دوسری بڑی موثر علاقائی طاقت ہے۔ طالبان کی فتوحات سے پاکستان اور ایران کے درمیان رقابت پیدا ہو گئی ہے۔ ایران سمجھتا ہے کہ طالبان پاکستان، سعودی عرب اور امریکہ کے آلہ کار ہیں اور امریکہ آگے چل کر افغانستان کو ایران کے خلاف استعمال کرے گا۔ ایران نے ربانی کو ہتھیار فراہم کر کے کابل پر طالبان کے قبضے کو روکنے کی کوشش کی۔ اسی لیے ایران، طالبان مخالف افغان دھڑوں کی ہر ممکن امداد کر تا رہا ہے۔ اس سلسلے میں ایران نے روس سے بھی تعاون کیا اور شمالی اتحاد کے لیے سفارتی حمایت بھی حاصل کی۔ ایران نے تہران میں ایک کانفرنس بلائی جس میں افغانستان میں ایک متحدہ قومی حکومت بنانے پر زور دیا اور طالبان کو نشانہ تنقید بنایا۔ ایران افغانستان میں ایک مخالف حکومت کو برداشت نہیں کر سکتا اس لیے وہ طالبان کی مزید فوجی فتوحات کے حق میں نہیں ہے۔ افغانستان میں قیام امن ایران کے فائدے میں ہے۔ پاکستان اور وسط ایشیا کے درمیان گیس پائپ لائن کے عظیم منصوبے کے بارے میں بھی ایران کے کچھ تحفظات ہیں۔

روس

روس افغانستان میں تیسری بااثر قوت بن گیا ہے۔ اگرچہ ۱۹۹۲ء میں نجیب کی حکومت کے خاتمے کے بعد روسی اثرات کم ہونے شروع ہو گئے تھے۔ افغانستان کی صورت حال کے وسط ایشیا کی ریاستوں پر پڑنے والے اثرات کی وجہ سے روس دوبارہ افغانستان میں دلچسپی لینے لگا ہے۔ تاجکستان میں حکومت اور اسلام پسندوں کے درمیان جو خانہ جنگی ہو رہی ہے، اس میں افغانستان اسلام پسندوں کی اور روس حکومت تاجکستان کی مدد کر رہا ہے۔ شمالی اتحاد بھی باغیوں کی مدد کر رہا ہے۔ روس شمالی اتحاد کو ایک مفاہمت کے ذریعے باغیوں کی مدد سے روکنے میں کامیاب رہا ہے۔ روس کو کابل پر طالبان کے قبضے سے بھی پریشانی لاحق ہوئی۔ اسے خدشہ ہے کہ طالبان طاقت کے باقی مراکز پر بھی قبضہ کر لیں گے اور تاجکستان میں اس کی پوزیشن کمزور ہو جائے گی۔ روس نے بھی سفارتی کوششوں سے طالبان کی حکومت کو تسلیم کیے جانے میں مشکلات پیدا کیں۔ روس، ایران اور بعض وسط ایشیائی ریاستوں کے تعاون سے شمالی اتحاد

کو اسلحہ فراہم کر رہا ہے۔ روس پاکستان سے بھی مذاکرات کر رہا ہے اور پاکستان روس کو طالبان کے ساتھ مذاکرات پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

سعودی عرب

سعودی عرب ۱۹۸۰ میں جہاد افغانستان میں بہت زیادہ مدد دینے والا ملک تھا اور اب یہ طالبان کو محدود مالی امداد فراہم کر رہا ہے اور پاکستان کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے۔ سعودی عرب پاکستان کی طرح تہران کانفرنس میں شریک نہیں ہوا۔

ازبکستان اور ترکمانستان

ازبک حکومت کے جنرل دوستم کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات رہے ہیں اور اس نے جنرل کو اقتصادی اور فوجی امداد بھی فراہم کی۔ ازبک حمایت صرف نسلی بنیاد ہی پر نہیں کی جارہی بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جنرل، بنیاد پرستوں (طالبان) کی فتوحات کو روک سکتا ہے۔ تاجکستان میں ربانی اور مسعود کے کردار پر ازبک ان سے خوش نہیں تھے، لیکن طالبان کی کامیابیاں ازبکوں کو ان دونوں کے قریب لے آئیں اور انہوں نے ربانی اور مسعود کو ہتھیاروں کی فراہمی کے لیے روس کو بہت سی سہولتیں بھی مہیا کی ہیں۔ ترکمان حکومت نے اس قضیے کے دونوں فریقوں کو راضی رکھنے کی پالیسی اختیار کی ہے۔ ترکمان افغانستان میں استحکام چاہتے ہیں تاکہ ان کی گیس پائپ لائن وہاں سے گذر کر پاکستان پہنچ سکے اور وہاں سے ممکن ہو تو بھارت تک جاسکے۔ طالبان کے کابل پر قبضے سے روس اور ازبکستان کے برعکس ترکمانوں کو کوئی تشویش نہیں ہوئی۔ طالبان کے بارے میں ترکمانوں کے رویے سے اس کے روس سے تعلقات کشیدہ ہو گئے ہیں۔

تاجکستان

وسط ایشیائی ریاستوں میں افغانستان کی جنگ تاجکستان پر بہت زیادہ اثر انداز ہوئی۔ افغان اور تاجک خانہ جنگی کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ ربانی اور مسعود جو پہلے تاجک باغیوں کی حمایت کر رہے تھے اب دونوں فریقوں میں صلح کرا رہے ہیں۔ اگر انہیں شکست ہو جائے تو وہ تاجکستان میں پناہ لیں گے۔ شمالی اتحاد کو روسی اسلحہ کی فراہمی تاجکستان ہی سے ہو رہی ہے۔

بھارت

بھارت کی افغانستان پالیسی کا مرکز پاکستان ہے۔ اس نے افغانستان میں پاکستان کے اثرو نفوذ کو کم کرنے کی ناکام کوشش کی۔ طالبان کی کامیابیوں سے بھارت کا جھکاؤ شمالی اتحاد کی طرف ہو گیا ہے۔ پاکستان کی مرضی کے خلاف بھارت نے مزار شریف میں اپنی قونصلیٹ کھولی ہے۔

امریکہ

اسی کی دہائی میں امریکہ نے افغان مجاہدین کی مدد میں کلیدی رول ادا کیا۔ لیکن سوویت یونین کے افغانستان سے نکلتے ہی امریکہ کی دلچسپی کم ہو گئی۔ حالیہ برسوں میں اس نے انسانی بنیادوں پر مہاجرین کی آبادکاری کے لیے معمولی امداد فراہم کی ہے۔ امریکہ کبھی کبھی منشیات کی سمگلنگ روکنے کے لیے مختلف افغان دھڑوں سے رابطے قائم کرتا رہتا ہے۔ امریکہ کو یہ بھی تشویش ہے کہ افغانستان اپنے عدم استحکام کی وجہ سے دہشت گردوں کا ٹھکانہ بن گیا ہے۔ امریکہ اور سعودی عرب دونوں مل کر تیل اور گیس کی دو پائپ لائنیں بچھا رہے ہیں۔ لیکن اس منصوبے کی کامیابی کا انحصار افغانستان پر ہے کیونکہ ان لائنوں کو یہیں سے گزرنا ہے۔ کابل پر طالبان کے قبضے کے بعد امریکہ ان کے ساتھ مثبت تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ طالبان کو دوسرے مجاہدین دھڑوں کے مقابلے میں بہتر کردار کا حامل سمجھتا ہے۔ اسے توقع تھی کہ طالبان خانہ جنگی ختم کر کے امن و امان قائم کریں گے۔ پاکستان نے بھی امریکہ کو طالبان کی مدد پر آمادہ کیا ہے، لیکن وقت کے ساتھ امریکہ کا طالبان کے ساتھ رویّہ سخت ہوتا گیا ہے۔ امریکہ کو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں، عالمی دہشت گردی اور منشیات کی تیاری اور ترسیل جیسے مسائل پر طالبان سے اختلاف ہے۔

افغان مملکت کی تعمیر نو کے امکانات

افغانستان کو داخلی انتشار اور بیرونی طاقتوں کی رقابت نے تباہ کر دیا ہے اس کا مستقبل کا امکانی منظر نامہ کچھ اس طرح سے بنتا نظر آ رہا ہے۔

مسلسل جنگ اور انتشار

موجودہ داخلی جنگ غیر معینہ مدت تک جاری رہ سکتی ہے اور ملک طویل عرصے تک

جنگجوؤں کے قبضے میں رہے گا۔ کسی دھڑے کو مکمل فتح نصیب نہیں ہوگی اور مرکز اتنا کمزور ہوگا کہ دوردراز کے علاقوں پر اس کو اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ ہر جنگجو ایک محدود علاقے کا حکمران ہوگا۔ انہوں نے اگرچہ اپنی خود مختاری کا ابھی تک اعلان نہیں کیا لیکن ان کے اہم شہروں میں غیر ملکی نمائندے موجود ہیں اور کابل اب بھی نام کا دارالحکومت ہے۔

افغانستان کی تقسیم

اگر مسعود اور دوستم میں تعاون جاری رہا تو یہ طالبان کی فوجی کامیابیوں میں مشکلات پیدا کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں افغانستان شمال اور جنوب میں تقسیم ہو جائے گا۔ شمالی افغانستان روس، ایران، بھارت، ترکی اور ازبکستان سے قریبی تعلقات قائم کرے گا اور جنوبی افغانستان پاکستان اور سعودی عرب کا اتحادی ہوگا۔

کسی ایک دھڑے کی فتح

افغانستان میں اگر کسی ایک دھڑے کو جنگ میں کامیابی حاصل ہوتی ہے تو وہ ایک وسیع بنیاد حکومت بنا کر ملک کی تعمیر نو کی طرف توجہ دے سکتا ہے۔ ایسا صرف طالبان ہی کر سکتے ہیں لیکن انہیں بہت سی داخلی اور خارجی مشکلات کا سامنا ہے۔ طالبان کی فتح کی صورت میں ان کے مخالف بھاگ کر ہمسایہ ممالک میں پناہ لے لیں گے اور طالبان کے خلاف اپنی مزاحمت جاری رکھیں گے۔ طالبان انسانی حقوق کے بارے میں اپنی موجودہ پالیسی پر کاربند رہیں گے اور بین الاقوامی سطح پر اس کا ردعمل بھی ہوگا۔ امریکہ اور ایران کے ساتھ بھی ان کے تعلقات ٹھیک نہیں رہیں گے۔

مذاکرات کے ذریعے تصفیہ

دونوں فریق چونکہ جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں اس لیے مذاکرات کے ذریعے تصفیے کے امکانات کم ہیں۔ اقوام متحدہ کی کوششیں بھی اس ضمن میں ناکام رہی ہیں۔ اقوام متحدہ مندرجہ ذیل امور کے لیے معاہدہ کرانا چاہتی ہے: (الف) ایک فوری اور پائیدار جنگ بندی (ب) طالبان کی فوج کا کابل سے انخلا اور شہر کو غیر فوجی علاقہ قرار دینا (ج) کابل میں امن و امان کی نگرانی کے لیے ایک غیر جانبدار فوج کی تشکیل (د) ایک متفقہ، قابل قبول عبوری حکومت کا قیام جو انتخابات کی راہ ہموار کر سکے۔ عبوری انتظامات کی نگرانی کے لیے جلاوطن

بادشاہ ظاہر شاہ کو بلانے کی ایک تجویز بھی سامنے آئی ہے۔ وہ اس انتشار میں قومی وحدت کی علامت ثابت ہو سکتے ہیں۔ وسیع بنیاد حکومت کو کافی علاقائی خود مختاری دینی ہو گی اور اسے مملکت اور قوم کی تعمیر کا کام تدریجی طور پر شروع کرنا ہو گا۔ کچھ افغان زعما وفاقی طرز حکومت کے حق میں نہیں ہیں۔

افغانستان میں امن اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے جب کوئی ایک دھڑا سب پر غالب آجائے یا سب دھڑوں کو یقین ہو جائے کہ کوئی کسی کو زیر نہیں کر سکتا۔ اس طرح فوجی کارروائیوں میں جو تعطل پیدا ہو گا اس سے جنگ بندی کا امکان پیدا ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں علاقائی طاقتوں کو بھی زیادہ ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس جنگ سے سب سے زیادہ فائدہ امریکہ کو پہنچا کہ اس کی روس جیسے حریف سے جان چھوٹی۔ لیکن امریکہ کو افغانستان میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے زیادہ فعال کردار ادا کرنا چاہئے۔ افغانستان عالمی دہشت گردوں کا مرکز بن گیا ہے۔ منشیات کی تیاری اور ترسیل زوروں پر ہے ان دونوں کو ختم کرنے کے لیے امریکہ کو افغان امور میں دلچسپی لینی چاہئے۔ وہاں استحکام پیدا کر کے وسط ایشیا کے تجارتی راستے کو کھولنا چاہیے۔